

نَسْمَةُ الْقُرْآنِ

حَمَدٌ

(۲۷)



## حَمْلٌ

نام آیت نہر ۷ کے فقرے وَأَمْتَعْنَا إِيمَانَنَا تِزْلِيلَ عَلَى حُمَدَةٍ سے ماخوذ ہے مرا دیہ ہے کہ یہہ سورۃ ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ایک اور مشہور نام ”وقت ال“ بھی ہے جو آیت عَنْتَ نے فقرے وَذَكَرَ فِيْهَا الْفِتَّالُ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول اس کے مفہایں یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہہ بھرت کے بعد مدینہ طیبہ میں اُس وقت -  
نازل ہوئی تھی جب جنگ کا حکم تو دیا جا چکا تھا مگر ابھی جنگ عملًا شروع ہوئی نہ تھی۔ اس کے مفضل  
دلائل آگے حاشیہ ۸ میں ملیں گے۔

تاریخی پیش منظر جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اُس وقت صورت حال یہ تھی کہ مکہ معظیم میں  
خاص طور پر اور عرب کی سر زمین میں بالحوم ہر جگہ مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا جا رہا تھا اور ان پر  
عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ مسلمان ہر طرف سے سڑ کر مدینہ طیبہ کے دارالامان میں جمع ہو گئے  
تھے، مگر کفار قریش بیان بھی ان کو چین سے بیٹھنے دیتے کے لیے تیار رہنے پڑیں کی جھوٹی سی بستی  
ہر طرف سے کفار کے نرغشے میں گھری ہوئی تھی اور وہ اسے مٹا دیتے پر تلے ہوئے تھے۔ مسلمانوں  
کے لیے اس حالت میں وہ بھی چارہ کار باقی رہ گئے تھے۔ یا تو وہ درین حق کی دعوت و تبلیغ ہی سے  
نہیں بلکہ اس کی پروردی تک سے دست بردار ہو کر جا بیت کے آگے پسروال دیں ہیا پھر مرنے مارتے  
کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور سر و حضر کی یازدی ٹکار کر جیش کے لیے اس امر کا فیصلہ کر دیں کہ عرب کی  
سر زمین میں اسلام کو رہنا بھی یا جا بیت کو۔ الش تعالیٰ نے اس موقع پر مسلمانوں کو اُسی عزیت کی راہ  
دکھائی جو اہل ایمان کے لیے ایک ہی راہ ہے۔ اُس نے پسے سورۃ حج را آیت (۲۹) میں ان کو جنگ کی  
اجازت دی، اور پھر سورۃ نقرہ را آیت (۱۹) میں اس کا حکم دیے دیا۔ مگر اُس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ  
ان حالات میں جنگ کے معنی کیا ہیں۔ مدینے میں اہل ایمان کی ایک صفتی بھر جیت تھی جو پورے ایک  
ہزار سو ان جنگی بھی فراہم کرنے کے قابل تھتھی، اور اس سے کما جا رہا تھا کہ سارے عرب کی جا بیت  
سے مکرا جانے کے لیے تلوار سے کر کھڑی ہو جائے۔ پھر طرفی کے لیے جس سرود سامان کی ضرورت  
تھی وہ اپنا پیٹ کاٹ کر بھی ایک ایسی بستی مشکل ہی سے فراہم کر سکتی تھی جس کے اندر سینکڑوں  
بے خانہ اساجر ابھی پوری طرح بھی نہ تھے اور چاروں طرف سے اہل عرب نے حاشیہ مقابله  
کر کے اس کی گرفتواری بھی تھی۔



موضوع اور مضمون یہ حالات تھے جن میں یہ سورہ نازل فرمائی گئی۔ اس کا موضوع ابی ایمان کو جنگ کے لیے تیار کرنا اور ان کو اس سلسلہ میں اپتدائی بڑایات دینا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام سورہ قتال میں رکھا گیا ہے۔ اس میں ترتیب دار حصہ ذیل مختصر اشارہ ہوئے ہیں:

آغاز میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت دو گروہوں کے درمیان مقابلہ دریش ہے۔ ایک گروہ کی پوزیشن یہ ہے کہ وہ حق کو ماننے سے انکار کر چکا ہے اور اللہ کے لاستھ کے لاستھ میں سدرہ بن کھڑا ہو گیا ہے۔ اور دوسرے گروہ کی پوزیشن یہ ہے کہ وہ اُس حق کو مان گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کا دللوگ فصلہ یہ ہے کہ پڑھے گروہ کی تمام سی و عمل کو اس نے رائیگاں کر دیا، اور دوسرے گروہ کے حالات درست کر دیے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو اپتدائی جنگی بڑایات دی گئی ہیں۔ ان کو اللہ کی مدد اور ربہمائی کا تلقین دلایا گیا ہے۔ ان کو اللہ کی راہ میں قربانیاں کرنے پر بہترین اجر کی امید دلائی گئی ہے۔ اور انہیں اہلین دلایا گیا ہے کہ راہ حق میں ان کی کوششیں رائیگاں نہ جائیں گی بلکہ دنیا سے لے کر آخرت تک وہ ان کا اچھے سے اچھا پہل پائیں گے۔

پھر کفار کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی تائید و ربہمائی سے محروم ہیں۔ ان کی کوئی تدبیر اہل ایمان کے مقابلے میں کارگر نہ ہو گی اور وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بیت بر انجام دیجیں گے۔ انہوں نے اللہ کے نبی کو مکہ سے نکال کر بھاکر انہیں بڑی کامیابی نصیب ہوئی ہے، مالا کنو واصل یہ کام کر کے انہوں نے اپنی تباہی کو خود اپنے اور دعوت دے دی۔

اس کے بعد تلقین کی طرف روئے سخن پھرنا ہے جو جنگ کا حکم آنے سے پڑھے تو پڑھے مسلمان بنتے پھرتے تھے، مگر یہ حکم آجائے کے بعد ان کے ہوش اڑ گئے تھے اور وہ اپنی عافیت کی غدریں کفار سے ساز باز کرنے لگے تھے تاکہ اپنے آپ کو جنگ کے خطرات سے بچا لیں۔ ان کو صاف صاف خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ اور راس کے دین کے معاملہ میں منافق اخیار کرنے والوں کا کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ یہاں تو بخداوی سوال جس پر تمام مدعيان ایمان کی آزمائش ہو رہی ہے یہ ہے کہ آدمی حق کے ساتھ ہے یا باطل کے ساتھ؟ اس کی ہمدردیاں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہیں یا کفر اور کفار کے ساتھ؟ وہ اپنی ذات اور اپنے منقاد کو عوریز رکھتا ہے یا اس حق کو جس پر ایمان لانے کا وہ دعویٰ کر رہا ہے؟ اس آزمائش میں جو شخص کھوٹا نکلتا ہے وہ مومن ہی نہیں ہے، کجا کہ اس کی تمازوں کا روزہ اور اس کی زکوٰۃ خدا کے ہاں کسی اجر کی مستحق ہو۔

پھر مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنی تقدیت تعداد اور بے سر و سامانی، اور کفار کی گثشت اور ان کے سرو سامان کی فراوانی دیکھ کر بہت درہاریں، ان کے آگے ملک کی پیش کش کر کے گھوڑی کا اظہار



ذکریں جس سے ان کی جزویں اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں، بلکہ اللہ کے بھروسے پر اٹھیں اور کفر کے لاس پھاڑ سے نکلا جائیں۔ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ وہی غالب رہیں گے اور یہ پھاڑان سے نکلا کر پاش پاش ہو جائے گا۔

آخریں مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی گئی ہے۔ اگرچہ اس وقت مسلمانوں کی معاشی حالت بہت پتی تھی، مگر سامنے مسئلہ یہ دریش تھا کہ مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کو زندہ رہنا ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ کی ابیت وزراکت کا ترتیب نہیں تھا کہ مسلمان اپنے آپ کو اور اپنے دین کو کفر کے غلبہ سے بچانے اور راہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جانیں بھی رواشیں اور جگہ تیاری میں اپنے مالی وسائل بھی پوری امکانی حد تک کھپا دیں۔ اس یہے مسلمانوں سے فرمایا گی کہ اس وقت بوشخص بھی جلی سے کام سے گاہدہ دراصل اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سے لا بلکہ خود اپنے آپ بھی کو بلاکت کے خطرے میں ڈال لے گا۔ اللہ تو انسانوں کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے دین کی خاطر قربانیاں دینے سے ایک گروہ الگ رہی چڑائے گا تو اللہ سے بسا کر دوسرا گروہ اس کی مدد میں آئے گا۔



سُورَةُ الْمَدْرَاجِ

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّاقُهُنَّ سَيِّئَاتِهِنَّ أَعْمَالُهُمْ ۝

جن لوگوں نے کفر کیا اور انہوں کے راستے سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال کو رانیگاں کر دیا۔

۱۔ میں اس تعلیم و بیانیت کو مانتے ہے انکا کردیا جسے محمدی اللہ علیہ وسلم پیش فرمائے تھے۔

۲۔ اصل میں صد و اعن سینیل اللہ کے الفاظ ارشاد ہوتے ہیں۔ صدقہ عربی زبان میں لازم اور متعارف دوںوں طرح استعمال ہوتا ہے اس لیے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود انہوں کے راستے پر آنے سے باز رہے، اور یہ بھی کہ انہوں نے دوسروں کو اس راہ پر آنے سے سرحد کا۔

دوسروں کو خدا کی راہ سے روکنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی نبڑتی کسی کو ایمان لانے سے روک دے۔ دوسری صورت یہ کہ ایمان لانے والوں پر ایسا غلام دستمن ڈھانٹے کوئی کے لیے ایمان پر قائم رہتا اور دوسروں کے لیے اپنے خوفناک حالات میں ایمان لانا مشکل ہو جائے۔ تیسرا صورت یہ کہ وہ مختلف طریقوں سے دین اور ابی دین کے خلاف لوگوں کو درغلائے اور ایسے ہو سو سے دلوں میں ڈالنے سے لوگ اس دین سے بدگمان ہو جائیں۔ اس کے علاوہ ہر کافر اس معنی میں خدا کی راہ سے روکنے والا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو کفر کے طریقے پر پرورش کرتا ہے اور پھر اس کی آئندہ نسل کے لیے دین اپنی کو چھوڑ کر اسلام قبل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر کافر معاشرہ خدا کے راستے میں ایک سنگ گراں ہے، کیونکہ وہ اپنی تعلیم و تربیت سے، اپنے اجتماعی نظام اور رسم و رتاج سے، اور اپنے تحصیبات سے دین حق کے پھیلے میں شدید رکاوٹیں ڈالتا ہے۔

۳۔ اصل الفاظ میں اصل اعمال کو کہا گیا۔ اصل اعمال کو بھی کہا گیا۔ گراہ کردیا۔ خانع کردیا۔ الفاظ بڑے دیسیں مخصوص کے حامل میں۔ ان کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ توفیق سلب کر لی کہ ان کی کوششیں اور محنتیں صحیح راستے میں صرف ہوں۔ اب وہ جو کچھ بھی کریں گے غلط مقاصد کے لیے غلط طریقوں ہی سے کریں گے، اور ان کی تمام سی و جہد بیانیت کے بجائے خلافت ہی کی راہ میں صرف ہوگی۔ دوسری مطلب یہ ہے کہ جو کام اپنے نزدیک وہ نیک کام کیجھ کرتے رہے ہیں، مثلاً خانہ کی بھیگی، خاہجوں کی خدمت، عمالوں کی ضیافت، رشتہ داروں کے ساتھ صلنگی، اور لیے ہی دوسرے کام جنہیں عرب میں نہ ہی خدمات اور مکاریم اخلاق میں شمار کیا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو صاف کر دیا اُن کا کوئی اجر و ثواب ان کو نہ ملتے گا، کیونکہ جب وہ انہوں کی توجیہ اور صرف

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصِّلَاةَ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ  
هُمْ هُمْ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ لَكُفَّارُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَمُوا بِالْهُمْ ۚ ۲۷  
ذَلِكَ يَأْنَتُ الدِّينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

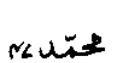
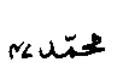
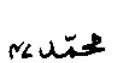
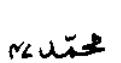
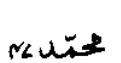
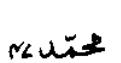
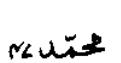
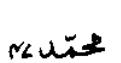
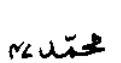
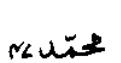
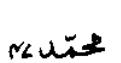
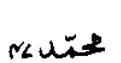
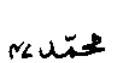
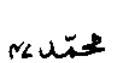
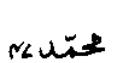
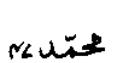
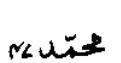
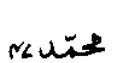
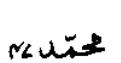
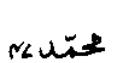
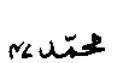
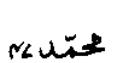
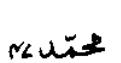
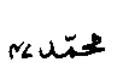
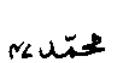
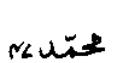
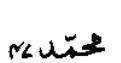
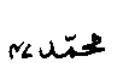
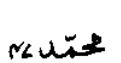
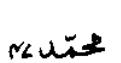
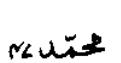
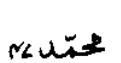
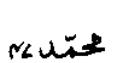
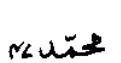
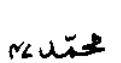
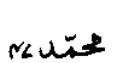
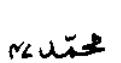
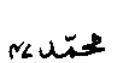
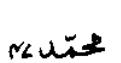
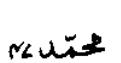
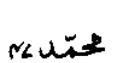
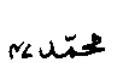
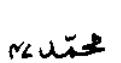
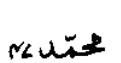
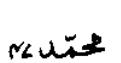
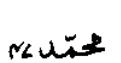
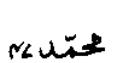
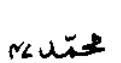
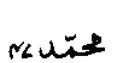
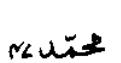
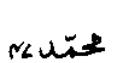
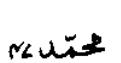
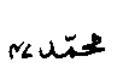
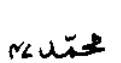
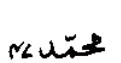
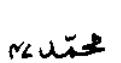
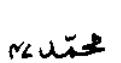
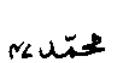
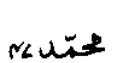
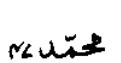
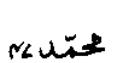
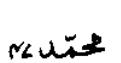
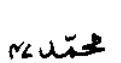
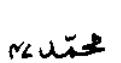
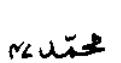
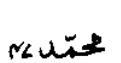
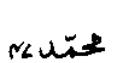
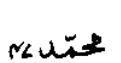
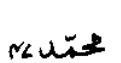
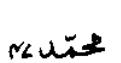
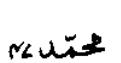
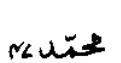
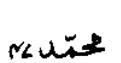
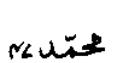
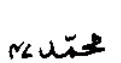
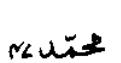
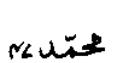
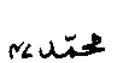
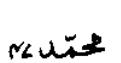
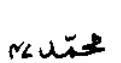
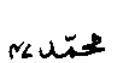
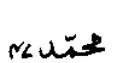
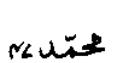
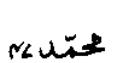
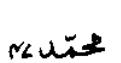
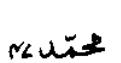
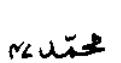
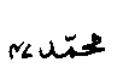
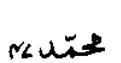
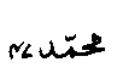
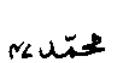
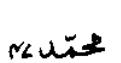
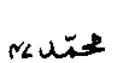
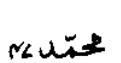
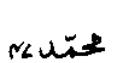
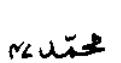
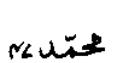
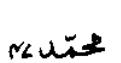
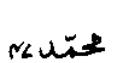
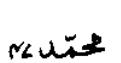
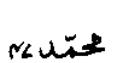
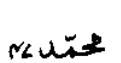
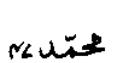
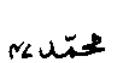
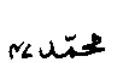
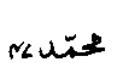
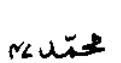
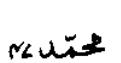
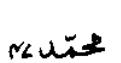
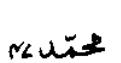
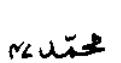
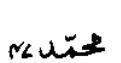
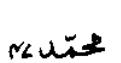
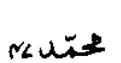
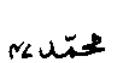
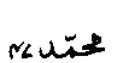
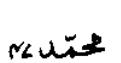
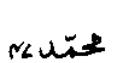
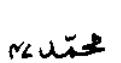
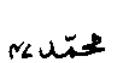
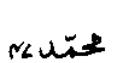
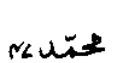
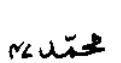
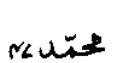
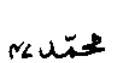
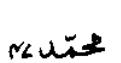
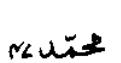
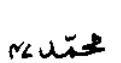
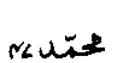
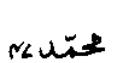
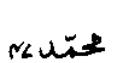
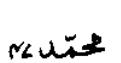
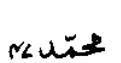
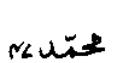
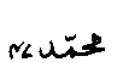
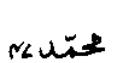
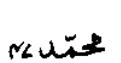
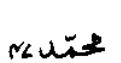
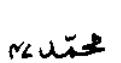
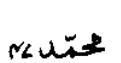
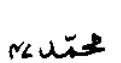
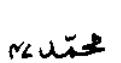
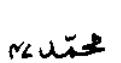
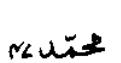
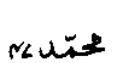
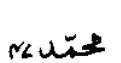
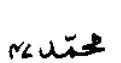
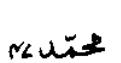
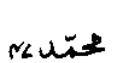
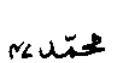
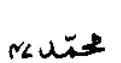
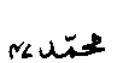
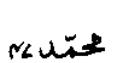
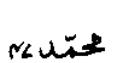
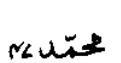
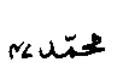
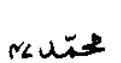
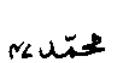
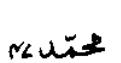
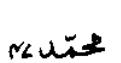
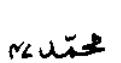
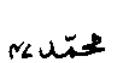
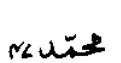
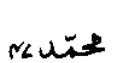
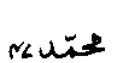
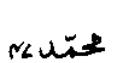
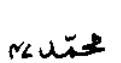
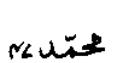
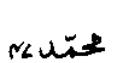
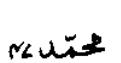
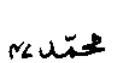
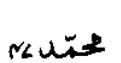
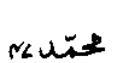
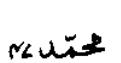
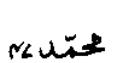
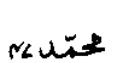
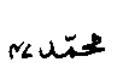
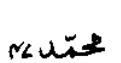
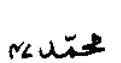
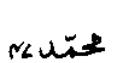
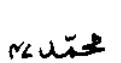
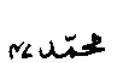
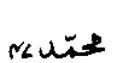
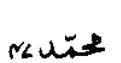
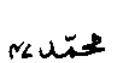
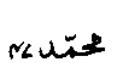
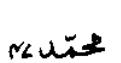
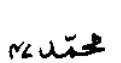
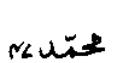
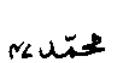
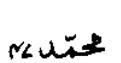
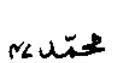
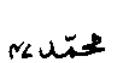
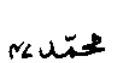
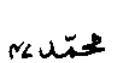
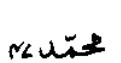
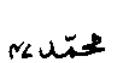
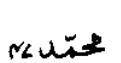
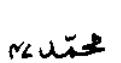
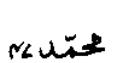
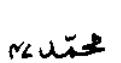
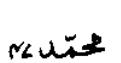
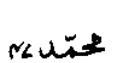
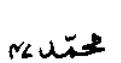
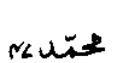
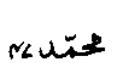
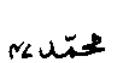
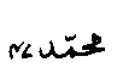
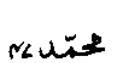
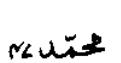
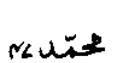
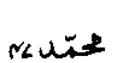
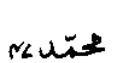
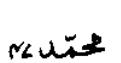
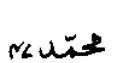
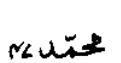
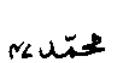
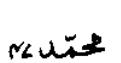
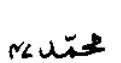
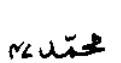
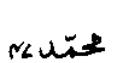
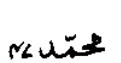
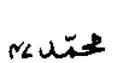
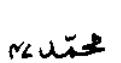
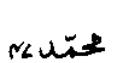
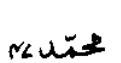
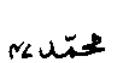
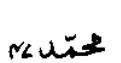
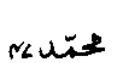
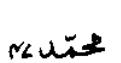
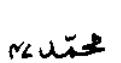
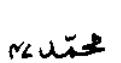
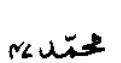
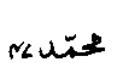
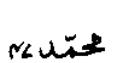
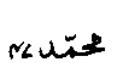
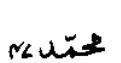
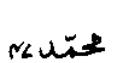
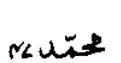
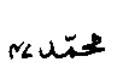
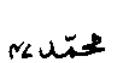
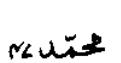
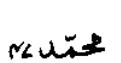
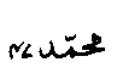
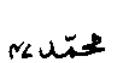
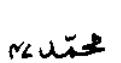
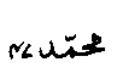
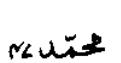
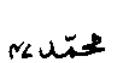
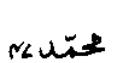
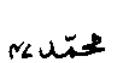
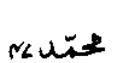
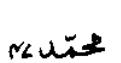
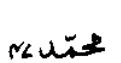
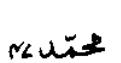
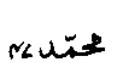
اور ہر لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور اُس چیز کو ان بیان ہو جو محمد پر نازل ہوئی ہے۔  
اور ہے وہ سراسر حق ان کے رب کی طرف سے۔۔۔ اللہ نے ان کی بُرا نیاں ان سے دُور کر دیں اور  
ان کا حال درست کر دیا۔ یہ اس لیے کہ کفر کرنے والوں نے باطل کی پیروی کی اور ایمان الحنفے والوں نے

امسی کی عبادت کا طریقہ اختیار کرنے سے انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس راہ پر آنے سے روکتے ہیں تو ان کا کوئی  
عمل بھی اللہ کے ہاں مقبیل نہیں ہو سکتا۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ راہ حق کو روکنے کے اور اپنے کافر اندیشہ کو عرب میں زندو  
ر کھنکے کے لیے ہو کو ششیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کر رہے ہیں، اللہ نے ان کو رانیگان کر دیا۔ ان کی ساری  
زندگی میں اب محض ایک تیر بے ہدف ہیں۔ ان تیریں میں سے وہ اپنے مقصد کو ہرگز دینچکیں گے۔

۲۷۔ اگرچہ الَّذِينَ آمَنُوا کہنے کے بعد آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ هُمْ تَبَدِّلُ كُلُّ نَجْدَتٍ بِأَقْرَبِ نَجْدٍ۔  
کیونکہ ایمان الحنفے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والی تعلیمات پر ایمان لانا آپ سے آپ شامل ہے،  
یہیں اس کا الگ ذکر خاص طور پر ہے جتنا کہ لیے کیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود ہو جانے کے بعد کی  
شخص کا نہاد اور آخرت اور پھر رسولوں اور پھلی کتابیوں کو مانا بھی اُس وقت تک ناخن نہیں ہے جب تک کہ وہ آپ  
کو اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو نہ مان لے۔ یہ تصریح اس لیے ضروری ہے کہ بھرت کے بحداب مدینۃ طیبہ میں  
ان لوگوں سے بھی سابقہ درپیش تھا جو ایمان کے دوسرے تمام لوازم کو تو مانتے تھے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت  
کو مانتے سے انکار کر رہے تھے۔

۲۸۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ جاہلیت کے زمانے میں جو گناہ ان سے سزا ہوئے تھے، اس تعلیم  
نے وہ سب ان کے حساب سے ساقط کر دیے۔ اب ان گناہوں پر کوئی باز پرس ان سے نہ ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ  
ہے کہ عقائد اور خیالات اور اخلاق اور اعمال کی جن خرابیوں میں وہ بہتلا تھے، اس تعلیم نے وہ ان سے دور کر دیں۔  
ان کے ذہن بدل گئے۔ ان کے عقائد اور خیالات بدل گئے۔ ان کی عادتیں اور خصلتیں بدل گئیں۔ ان کی سیر تین اور ان  
کے کردار بدل گئے۔ اب ان کے اندر جاہلیت کی جگہ ایمان ہے۔ اور بد کرداریوں کی جگہ عمل صاحب۔

۲۹۔ اس کے بھی دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ پھلی حالت کو بدل کر آئندہ کے لیے اللہ نے ان کو صحیح راستے  
پیدا کیے اور ان کی زندگیاں سنوار دیں۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ جس کمزوری وہی بھی اور غلطی کی حالت میں وہ اب



اس کے علاوہ سورہ انفال کی آیات، ۷۹-۸۰ میں اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ آیت جگہ بدر سے پلے نازل ہو چکی تھی۔ وہاں ارشاد ہوا ہے کہ:

”کسی بنی کے لیے یہ زیر سانیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ نبین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل دے۔ تم لوگ دنیا کے فائدے پا سکتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔ اگر اللہ کا نو شہنشہ پلے نہ لکھا جا پڑکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے یا ہے اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی۔ پس جو کچھ تم نے مال حاصل کیا ہے اس کھاؤ کرو وہ حلال اور پاک ہے۔“

اس عبارت اور خصوصاً اس کے خط کشیدہ نقوشوں پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس موقع پر خاتم جس بات پر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ جگہ بدر میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل دیتے سے پلے مسلمان دشمن کے آدمیوں کو قید کرنے میں لگ گئے تھے، حالانکہ جگہ سے پلے جو براہیت سورہ محمد میں ان کو دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ ”جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو۔“ تاہم، پورنکہ سورہ محمد میں مسلمانوں کو قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت نہیں بخوبی جا چکی تھی اس لیے جگہ بدر کے قیدیوں سے جو مال یا گیا اسے اللہ نے حالی قرار دیا اور مسلمانوں کو اس کے لیے پر سزا نہیں دیا۔ اگر اللہ کا نو شہنشہ پلے نہ لکھا جا پڑکا ہوتا۔“ کے الفاظ اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس واقعہ سے پلے فدیہ لینے کی اجازت کافرین قرآن میں آپ کا تھا، اور نظائر ہر ہے کہ قرآن کے اندر سورہ محمد کی اس آیت کے سو اکونی دوسری آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ فرمان پایا جاتا ہو ساں یہے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت سورہ انفال کی مذکورہ بالا آیت سے پلے نازل ہو چکی تھی۔ امزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، تغیر صدور انفال، حاشیہ ۳۹۔

یہ قرآن مجید کی پہلی آیت ہے جس میں قوانین جنگ کے متعلق ابتدائی بذریعات دی گئی ہیں۔ اس سے جو احکام نکلتے ہیں، اول اس کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے جس طرح عمل کیا ہے، اور فقہاء نے اس آیت اور منت سے جو استنباطات یکی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) جنگ میں مسلمانوں کی فوج کا اصل بہوت دشمن کی جگلی طاقت کو تزویر دینا ہے، یہاں تک کہ اس میں بڑنے کی سخت شر ہے اور جنگ ختم ہو جائے۔ اس بہوت سے تو بہتر کار دشمن کے آدمیوں کو گرفتار کرنے میں نہ لگ جانا چاہیے۔ قیدی پکڑنے کی طرف تو جو اس وقت کرنی چاہیے بہب دشمن کو اچھی طرح قلع کر دیا جائے اور میڈان جنگ میں اس کے پچھے آدمی باقی رہ جائیں۔ اہل عرب کو یہ بذریعۃ آغاز ہی میں اس لیے دے دی گئی کہ وہ کمیں خدیہ حاصل کرنے، یا غلام فرماں کرنے کے لائق ہیں پر کہ جنگ کے اصل بہوت مقصود کو فراموش نہ کر دیں۔

(۲) جنگ میں جو لوگ گرفتار ہوں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ تمہیں اختیار ہے ہنواہ ان پر احسان کرو، یا ان سے خدیہ کا حاملہ کرو اس سے عام قانون یہ نکلتا ہے کہ جگہ قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھری بھٹا

اور حماد بن ابی سلیمان، قاتون کے اسی عزم کو لیتھے ہیں، اور یہ اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ وہ کھنچیں کہ آدی کو قتل بڑا تی کی حالت میں کیا جاسکتا ہے۔ جب روائی ختم ہو گئی اور قیدی ہمارے قبضے میں آگئی تو اسے قتل کرنا درست نہیں ہے۔ اب ہر یہ اور ابو بکر حضار کی روایت ہے کہ حجاج بن یوسف نے جگلی قیدیوں میں سے ایک قیدی کو حضرت عبداللہ بن عمر کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں۔ انہوں نے انکار کر دیا اور یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ ہمیں قید کی حالت میں کسی کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ امام محمد نے استیراک بکیر شیخی ایک واقعہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے حضرت عبداللہ بن عمر کو ایک جگلی قیدی کے قتل کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اسی بنا پر اس حکم کی تیمیں سے انکار کر دیا تھا۔

(۲۳) مگر چونکہ اس آیت میں قتل کی صاف مانعت بھی نہیں کی گئی ہے، اس بیانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا منشاء یہ سمجھا اور اسی پر عمل ہی فرمایا کہ اگر کوئی خاص و مخصوص کی بنا پر اسلامی حکومت کا فرماندا کسی قیدی یا بعض قیدیوں کو قتل کرنا ضروری سمجھے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ یہ عام قاعدة نہیں ہے بلکہ قاعدة عام میں ایک استثناء ہے جسے صدورت ہی انتغال کیا جائے گا۔ پنج بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدکے، قیدیوں میں سے صرف عقبہ بن ابی مُحیط اور نظر بن الحارث کو قتل کیا۔ جنگ احمد کے قیدیوں میں سے صرف ابو عزہ شاعر کو قتل فرمایا۔ بنی قریظہ نے چونکہ اپنے آپ کو حضرت محمد بن معاذ کے قبضے پر حواسے کیا تھا، اور ان کے اپنے تسلیم کردہ حکم کا فیصلہ یہ تھا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، اس بیانے پر نے ان کو قتل کر دیا۔ جنگ خیبر میں ہولوگ گرفتار ہوئے ان میں سے صرف کنادا بن ابی الحُقیق قتل کیا گیا کیونکہ اس نے بعد مدد کی تھی۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے تمام اہل مکہ میں سے صرف چند خاص اشخاص کے متعلق حکم دیا کہ ان میں سے جو بھی پکڑا جائے وہ قتل کر دیا جائے ہاں مستثنیات کے سوا حضور کا عام طریقہ اسی راستے کا کبھی نہیں رہا۔ اور یہ عمل خلقانے راشدین کا بھی تھا۔ ان کے زمانے میں بھی قتل اسی راستے کی مثالیں شاذ و نادر ہیں ملتی ہیں اور ہر شال میں قتل کسی خاص وجہ سے کیا گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی اپنے پدر سے زماں غافت میں صرف ایک جگلی قیدی کو قتل کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مسلمانوں کو بست نکلیفیں پہنچائی تھیں۔ اسی بنا پر جمورو فقہاء اس بات کے قائل میں کوئی حکومت اگر صدورت سمجھے تو اسی کو قتل کر سکتی ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کرتا حکومت کا کام ہے۔ ہر فوجی اس کا مجاز نہیں ہے کہ جس قیدی کو چاہئے قتل کر دے۔ البتہ اگر قیدی اسے کسی خطراک شرارت کا انہد بیشہ ہو جائے تو جس شخص کو بھی اس صورت حال سے سابقہ پیش آئے وہ اسے قتل کر سکتا ہے اس سلسلے میں فوائد اسلام نے تین تصریحات اور بھی کی ہیں۔ ایک تیر کا اگر قیدی اسلام قبول کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ قیدی صرف اُسی وقت تک قتل کی جاسکتا ہے جب تک وہ حکومت کی تجویل میں ہو۔ تیسرا یہ کہ قیدی کو قتل کرنا ہو تو اس سیدھی طرح قتل کر دیا جائے، مذابدے دے کر نہ ملا جائے۔

(۲۴) جگلی قیدیوں کے بارے میں عام حکم جو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یا اُن پر احسان کرو، یا فتویٰ کا معاملہ کرو۔

احسان میں چار ہیزیں شامل ہیں: ایک یہ کہ قید کی حالت میں اُن سے اچھا ہوتا ہے کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قتل یا داشتی قید کے بجائے ان کو غلام بنا کر افراد مسلمین کے حوالہ کر دیا جائے۔ تیسرا یہ کہ جنہیں لگا کر ان کو زندگی بنا لیا جائے سچو تھی یہ کہ ان کو بلا معاوضہ رہا کر دیا جائے۔

نہیں یہ کام حاملہ کرنے کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مالی معاوضہ کے مقابلہ میں چھوڑا جائے۔ دوسرے یہ کہ رہائی کی شرط کے طور پر کوئی خاص خدمت یافتہ کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ تیسرا یہ کہ اپنے اُن آدمیوں سے ہوشمن کے قبضے میں ہوں، اُن کا تباہ لکھ دیا جائے۔

ان سب مختلف صورتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مختلف اتفاقات میں حسب موقع عمل فرمایا ہے۔ خدا کی شریعت نے اسلامی حکومت کو کسی ایک ہی شکل کا پابند نہیں کر دیا ہے۔ حکومت جس وقت جس طریقے کو مناسب ترین پائے اُس پر عمل کر سکتی ہے۔

۴۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ایک جتنی قیدی جب تک حکومت کی قید میں رہے، اُس کی غذا اور لباس، اور اگر وہ بیمار یا زخمی ہو تو اس کا ملاج، حکومت کے ذمہ ہے۔ قیدیوں کو بھروسہ کا نہ کر سکتے، یا ان کو عذاب دینے کا کوئی جواز اسلامی شریعت میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بر عکس ہمیں سلوک اور نیاضاہ برتاؤ کی بدایت بھی کوئی ہے اور عللاً بھی اسی کی نظر میں مفتلت میں ملتی ہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابی کے گھروں میں باش دیا اور بدلیت فرمائی کہ اس عسوٰ صوہا بالاستاری خیڑا، «ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہا اُن میں سے ایک قیدی، ابو عزیز کا بیان ہے کہ مجھے جن انصاریوں کے گھروں رکھا گیا تھا اور صبح شام مجھ کو روٹی کھلاتے تھے اور خود صرف بھجوڑیں لکھا کر رہ جاتے تھے مایک اور قیدی مسیل ہن عزرو کے متعلق حضور سے کہا گیا کہ یہ بڑا آتش بیان مقرر ہے، آپ کے خلاف تقریریں کرتا رہا ہے، اس کے دانت نڑوا دیجیے۔ حضور نے جواب دیا: "اگر میں اس کے دانت نڑواؤں تو اللہ میرے دانت نڑو دے گا اگرچہ میں بھی ہوں" زیرت اہل ہشام، یہاں کے سردار شماں میں امثال جب گرفتار ہو کر آئے تو جب تک وہ قید میں رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عده کھانا اور دودھ ان کے لیے دیا گیا جاتا رہا اہل ہشام، یہی طرزِ عمل صحابہ کرام کے درمیں بھی رہا۔ جگی قیدیوں سے بڑے سلوک کی کوئی نظر اُس دور میں نہیں ملتی۔

۴۶) قیدیوں کے ماحصلے میں یہ شکل اسلام نے سرے سے اپنے ہاں رکھی ہی نہیں ہے کہ ان کو ہمیشہ قید رکھا جائے اور حکومت اُن سے جبری محنت لیتی رہے۔ اگر ان کے ساتھ یا ان کی قوم کے ساتھ تباہ لہا اسی را جنگ باختیبی کا کوئی حاملہ نہ ہو سکے تو اُن کے ماحصلے میں احسان کا طریقہ رکھا گیا ہے کہ اسیں غلام بنا کر افراد کی ملکیت میں دے دیا جائے اور اُن کے مالکوں کو بدلیت کی جائے کہ وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اس طریقے پر عمل کیا گیا ہے، صحابہ کرام کے عہد میں بھی یہ چاری رہا ہے، اور فرمائے اسلام بالاتفاق اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات جان لینی چاہیے کہ جو شخص قید میں آنے سے پہلے اسلام قبول کر چکا ہوا در پیش کی

طرح گرفتار ہو جائے وہ تو آزاد کر دیا جائے گا، مگر شخص قید ہونے کے بعد اسلام قبول کرے، یا کسی شخص کی ملکتیں بیسے دیے جانے کے بعد سلمان ہر تو بیہ اسلام اس کے لیے آزادی کا سبب نہیں بن سکتا۔ سَنَدَا حَمْدًا، سَلَمَ اور تَنْزِيلٍ میں حضرت عمر بن حفصین کی روایت ہے کہ بنی عقیل کا ایک شخص گرفتار ہو کر آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اسلام قبول کر دیا۔ بنی علیہ السلام نے فرمایا "وَقُلْتَهُمْ أَنْتَ تَمْلِكُ أَنْفُسَكُمْ لَا أَنْتَ مُؤْلِكٌ لِّلنَّاسِ" اگر یہ بات ترنے اُس دلت کبھی ہوتی جب تو آزاد نہ تھا تو یقیناً طلاق بجا تاکہ یہی بات حضرت عمرؓ نے فرمائی ہے کہ اذا اسلم الاصيرو ايدى المسلمين فَقدَّامِنَ مِنَ الْقُتْلِ وَهُوَ رَقِيقٌ" جب قیدی سلمانؓ کے تجھے میرے نے کے بعد سلمان ہر تو بودہ قتل سے تو محفوظ ہو جائے گا مگر غلام رہے گا" اسی بنا پر فقاٹے اسلام کا اس پر انفاق ہے کہ قید ہونے کے بعد سلمان ہونے والا غالباً سے نہیں فتح سکتا رَبِّ الْكَبِيرِ، امام محمدؑ اور یہ بات سراسر معقول بھی ہے۔ اگر ہمارا قانون یہ ہے کہ کوئی شخص بھی گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کرے گا وہ آزاد کر دیا جائے گا تو آخر وہ کوشا نہ اداں قیدی ہوتا جو کلہ پڑھ کر رہا تھا نہ حاصل کر لیتا۔

(۲) قیدیوں کے ساتھ احسان کی تیسری صورت اسلام میں یہ رکھی گئی ہے کہ جزو یہ رکھ کر ان کو دارالاسلام کی ذمی رعایا بنالیا جائے اور وہ اسلامی مملکت میں اُسی طرح آزاد ہو کر رہیں جس طرح سلمان سبھے ہیں۔ امام محمد الصیڑا الکبیرؓ میں لکھتے ہیں کہ "ہر دو شخص جسی کو غلام بنانا چاہتے ہے اُس پر جزو یہ لگا کر اسے ذمی بنالینا بھی چاہتے ہے" اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں "مسلمانوں کے فرمانرواؤ کو یہ حق ہے کہ ان پر جزو یہ اور ان کی زمینوں پر خراج لگا کر انہیں اصلاح آزاد فرادرے دے" اس طریقے پر بالعموم اُن حالات میں ملک کی گیا ہے جبکہ قید ہونے والے لوگ جس علاقے کے باشندے ہوں وہ فتح حرب کو اسلامی مملکت میں شامل ہو چکا ہو۔ مثال کے طور پر بنی علیہ السلام نے اپنی خبری کے معاشر میں یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا، اور پھر حضرت عمرؓ نے سوا عراق اور دوسرے ملائقوں کی فتح کے بعد بڑے ہمایا نے پر اس کی بیرونی کی۔ ابو عبید نے کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ عراق کی فتح کے بعد اُس علاقتے کے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اُسے امیر المؤمنین، پہلے اپنے ایران، ہم پر سلطنت تھے۔ انہوں نے ہم کو بہت ستایا، بڑا بُرایتنا ڈھمار سے ساتھ کیا اور طرح طرح کی زیادتیاں ہم پر کرتے رہے۔ پھر جب خدا نے آپ لوگوں کو صحیحاتو ہم آپ کی آمد سے بڑے خوش ہوئے اور اس پر کے مقابلے میں نہ کوئی مدافعت ہم نے کی نہ جنگ میں کوئی حصہ یا۔ اب ہم نے سنایا کہ آپ ہمیں غلام بنالینا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا اتم کو اختیار ہے کہ سلمان ہو جاؤ یا جو ہر جزوی قبول کر کے آزاد ہو۔ ان لوگوں نے جزوی قبول کر دیا اور وہ آزاد چھوڑ دیے گئے۔ ایک اور جگہ اسی کتاب میں ابو عبید کے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ الشتری کو لکھا کہ "جنگ میں جو لوگ پکڑے گئے ہیں ان میں سے ہر کاشت کا اور کسان کو چھوڑ دو"۔

(۳) احسان کی پچھی صورت یہ ہے کہ قیدی کو بلا کسی خدیجے اور معادو ہونے کے یوں سی رہا کر دیا جائے۔ یہ ایک خاص روایت ہے جو اسلامی حکومت صرف اُسی حالت میں کر سکتی ہے جبکہ کسی خاص قیدی کے حالات اس کے مقابنی ہوں، یا تو فتح ہو کہ یہ روایت اُس قیدی کو جیش کے لیے منون احسان کر دے گی اور وہ دشمن سے دست

یا کافر سے مومن بن جائے گا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دشمن قوم کے کسی شخص کو اس لیے چھوڑ دیا کروہ پھر ہم سے رفتہ آجائے کسی طرح بھی تقاضا میں مصلحت نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے فقہاء نے اسلام نے بالعموم اس کی مخالفت کی ہے اور اس کے جواز کے لیے یہ شرط تھا کہ ”اگر امام مسلمین قیدیوں کو، یا ان میں سے بعض کو بطور احسان چھوڑ دینے میں مصلحت پائے تو ایسا کرنے میں ممانعت نہیں ہے“ (الستبر الکبیر، بحیثی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس کی بت سی نظریں ملتی ہیں اور قریب قریب سب میں مصلحت کا پہلو نہیں ہے۔

جنگ پدر کے قیدیوں کے متعلق آپ نے فرمایا لوگوں کا نام المطهعہم وَ عَدُوِّيْ جَنَاحَةُ مُكْتَبٍ فِي مُهَوَّلَةِ النَّفَرِ  
لَتَؤْكِدَهُ حَلَّةً رِبَّخَارِي، الْبَوَادِرُ، مُشَنَّدَ الْأَحْمَدُ“ اگر مطعم بن عبدی نزدہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان گھناؤں نے لوگوں کے بارے میں بات کرتا تو میں اُس کی خاطر انہیں بونی چھوڑ دیتا ہے یہ بات حضور نے اس لیے فرمائی تھی کہ آپ جب طائف سے لکھ مختلطہ والیں ہوئے تھے اُس وقت مطعم ہی نے آپ کو اپنی پناہ میں لیا تھا اور اس کے لئے تھیا رباندھ کر اپنی مخالفت میں آپ کو حرم میں نے گئے تھے اس لیے آپ اُس کے احسان کا پہلا مطلب طرح اسارتا چاہتے تھے۔

بخاری، مسلم، اور مشنند احمد کی روایت ہے کہ یہاں مدد کے سروار شامہ بن اثال جب گرفتار ہو کر آئے تو حضور نے ان سے پوچھا، شامہ، تمہارا کیا بخیال ہے؟ انہوں نے کہا اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون کچھ قیمت رکھتا ہے، اگر مجھ پر احسان کریں گے تو ایسے شخص پر کریں گے جو احسان ماننے والا ہے، اور اگر آپ ماں لیتا چاہتے ہیں تو مانگیے، آپ کو دیا جائے گا۔ شامہ دن تک آپ ان سے یہی بات پوچھتے رہے اور وہ بھی جواب دیتے رہے۔ آخر کو آپ نے حکم دیا کہ شامہ کو چھوڑ دو۔ رہائی پاٹتے ہی وہ قریب کے ایک نخلستان میں گئے، نماد حکومت والیں آئے، حکم پڑھ کر مسلمان ہوئے اور عرض کیا کہ آج سے پسلے کوئی شخص میرے لیے آپ سے اور کوئی دین آپ کے دین سے بڑھ کر بخوض نہ تھا، مگر اب کوئی شخص اور کوئی دین مجھے آپ سے اور آپ کے دین سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔ پھر وہ عمرہ کے لیے لکے گئے اور وہاں قریش کے لوگوں کو نوش دے دیا۔ آج کے بعد کوئی غذہ تمیں یہاں مسے نہ پہنچے کا جبت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مکمل احوال کو حضور سے التجاگری پڑی کہ یہاں سے ہمارے غلہ کی رسیدندہ کرائیں۔

بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے آپ نے زیرین باطل اور غمزدین سحدریا بن شعاعی، کی جان بخشی کی۔ زیریکو اس لیے چھوڑا کہ اس نے جالمیت کے زمانے میں جنگ بیانات کے موقع پر حضرت ثابت بن قیس انصاری کو پناہ دی تھی، اس لیے آپ نے اس کو حضرت ثابت کے حوالہ کر دیا تاکہ اس کے احسان کا پہلہ ادا کر دیں۔ اور غمزدین سعد کو اس لیے چھوڑا کہ جب بنی قریظہ حضور کے ساتھ بد عمدی کر رہے تھے اُس وقت یہی شخص اپنے قبیلے کو غداری سے منز کر رہا تھا (کتاب الاموال لالی عینید)۔

غزوہ بنی المصطفیٰ کے بعد جب اُس قبیلے کے قیدی لائے گئے اور لوگوں میں تقسیم کر دیے گئے، اُس وقت حضرت جو نبی یہ جل شمشی کے حق تھیں اُنیں اُس کو اُن کا حما و مدد ادا کر کے آپ نے اُنہیں رہا کرایا اور پھر اُن سے خود کا حکم کر

یا۔ اس پر تمام مسلمانوں نے یہ کہ کراپنے اپنے حصتے کے تقدیلوں کو آزاد کر دیا کہ یہ "اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشته دار ہو چکے ہیں" ڈاس طرح تو خاندانوں کے آدمی رہا ہو گئے رُسْنَدَاحَمَدَ طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام،۔ صلح خذیلیہ کے موقع پر مکر کے، آدمی شیعہ کی طرف سے آئے اور فوج کی ناز کے قریب انہوں نے آپ کے کیمپ پر اچانک شیخوں مارنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ سب کے سب پکڑ لیے گئے اور حضور نے سب کو چھوڑ دیا تاکہ اس نازک موقع پر یہ محاملہ رہائی کا موجب ذین جائے رسلم، البداؤ، شائی، تزییدی، رُسْنَدَاحَمَدَ۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے چند آدمیوں کو مستثنیٰ کر کے تمام اہل کو بطور احسان معاف کر دیا، اور جنین مستثنیٰ کیا تھا اُن میں سے بھی تین چار کے سوا کوئی قتل نہ کی گیا۔ سارا عرب اس بات کو جانتا تھا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کیسے کیسے نسلم کیے تھے۔ اس کے مقابلہ میں فتح پاک حس عالی ہو ملکی کے ساتھ حضور نے ان لوگوں کو معاف فرمایا اس سے اہل عرب کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ ان کا ساتھ کسی بچار سے نہیں بلکہ ایک نایت رحیم و شفیق اور فیاض رہنا سے ہے۔ اسی بنابری فتح مکہ کے بعد پورے جزیرہ العرب کو سخت ہونے میں وسائل سے نزیارہ دیر رہا۔

جنگِ جنین کے بعد جب قبیلهٴ ہوازن کا وفد اپنے تقدیلوں کی رہائی کے لیے حاضر ہوا تو سارے قیدی تقسیم کیے جا چکے تھے حضور نے سب مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا یہ لوگ تائب ہو کر آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی ان کو داپس دے دیے جائیں۔ تم میں سے جو کوئی بخوبی اپنے حصتے میں آئے ہوئے تقدی کو بلا معادنہ چھوڑنا چاہدہ اس طرح چھوڑ دے، اور جو معادنہ لینا چاہتے اس کو ہم سیت المال میں آنے والی پہلی آمدنی سے معادنہ دے دیں گے چنانچہ چھوڑ ہزار قیدی رہا کر دیے گئے اور جن لوگوں نے معادنہ لینا چاہا انہیں حکومت کی طرف سے معادنہ دے دیا گیا، ارجمندی، البداؤ، رُسْنَدَاحَمَدَ، طبقات ابن سعد۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقسیم ہو چکے کے بعد حکومت تقدیلوں کو خود رہا کہ دینے کی جائز نہیں رہتی، بلکہ یہ کام ان لوگوں کی رضا مندی سے ہے، یا ان کو معادنہ دے کر کیا جا سکتا ہے جن کی ملکیت میں قیدی دیے جا چکے ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کے دور میں بھی بطور احسان تقدیلوں کو رہا کرنے کی نظریں سلسل ملتی ہیں۔ حضرت ابو یکریہ نے اشعت بن قیس کشندی کو رہا کیا، اور حضرت عمر نے بُرْزَرَانَ کو اور مثاوفر اور میسان کے تقدیلوں کو آزادی عطا کی رکناب الاموال لایی تھیں۔

(۹) مالی معادنہ سے کر قیدیلوں کو چھوڑنے کی شال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف بُلْدَر کے موقع پر ملتی ہے جو کوئی قیدی ایک ہزار تک کی رقمیں سے کران کو رہا کیا گیار طبقات ابن سعد، کتاب المأموال۔ صحابہ کرام کے دور میں اس کی کوئی نظریہ نہیں ملتی سادہ مقام سے اسلام نے بالعموم اس کو ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس کے معنی ہے یہیں کہ ہم روپیہ سے کردشی کے ایک آدمی کو چھوڑ دیں تاکہ وہ پھر ہمارے خلاف تکرار اٹھاتے۔ لیکن چونکہ قرآن میں فرمایا ہے کہ اجازت دی گئی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس پر محل بھی کیا ہے، اس لیے ایسا کہ نا مطلقاً منوع نہیں ہے۔ امام محمد التجیر الحبیری میں لکھتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی ضرورت پیش آئے تو

ذلِكَ وَلَوْيَسْأَدَ اللَّهُ لَا تَنْصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَيَقْلُو أَعْضَاهُمْ  
بِعَيْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَيِّئِ الْحَالِ فَلَمْ يُضْلَلْ أَعْمَالَهُمْ ②

یہ ہے تمہارے کرنے کا کام۔ اشہد چاہتا تو خود ہی اُن سے نہت لیتا، مگر دیہ طریقہ تھے اُس نے اس لیے اختیار کیا ہے (تاکہ تم لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے اشہان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

دو مالی صادرات سے کرتے ہیں کوچھ بڑے ہیں۔

(۱۰) کمری خدمت سے کرچھ بڑے کی شال بھی جنگ بدکے موقع پر طلبی ہے۔ قریش کے قیدیوں میں سے جو لوگ مالی خدیہ دینے کے قابل تھے، ان کی سہائی کے لیے حضور نے پیش کردی کہ وہ انعام کے دن دس چین کو کھانا پختنا کھادیں۔ رشید احمد، طبقات ابن سعد، کتاب الاحوال۔

(۱۱) قیدیوں کے تباڈے کی تعداد شالیں ہم کرنی ملی اللہ علیہ وسلم کے مہد میں تھیں۔ ایک مرتبہ حضور نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایک ہم پر بھیجا اور اس میں چند قیدی گرفتار ہوئے۔ ان میں ایک شایستہ خوشورت عورت بھی تھی جو حضرت سلمہ بن اکونع کے سختے میں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرہ اس کو حضرت سلمہ سے مانگ لیا اور پھر اسے مکہ بیجھ کر اس کے بدے کئی مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا۔ مودودی۔ طحاوی۔ کتاب الاموال لابی پیغمبر طبقات ابن سعد۔ حضرت عزیزان بن حضیر کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ ثقیفہ نے مسلمانوں کے دوادیوں کو قید کر لیا۔ اس کے پچھے مدت بعد ثقیفہ کے جلیس تبلیغی، بنی عیقل کا ایک ارمی مسلمانوں کے پاس گرفتار ہو گیا۔ حضور نے اس کو طائفہ بیجھ کر اس کے پدھے ان دونوں مسلمانوں کو رہا کرایا۔ (سلم، ترمذی، مشنڈا احمد، فتح ابو میں سے امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد تباڈہ اسیران کو بازخر کھلتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا ایک قول یہ ہے کہ تباڈہ میں کرنا چاہیے، مگر دوسرا قول ان کا بھی ہی ہے کہ تباڈہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے اسے تباڈہ میں کفار کے حوالہ لے کیا جائے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے اسیران جنگ کے محاملہ میں ایک ایسا وسیع ضابطہ بنایا ہے جس کے اندر ہر زمانے اور ہر طرح کے حالات میں اس مسئلے سے جعبدہ برآ ہوتے کی گنجائش ہے۔ جو لوگ قرآن مجید کی اس آیت کا بس یہ مختصر سامطلب لے لیتے ہیں کہ جنگ میں قید ہونے والوں کو "یا تو بفرسان حسن چھوڑ دیا جائے یا فریب سے کر رہا کر دیا جائے"؛ وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ جنگی قیدیوں کا محاملہ کتنے مختلف پہلوں کا تھا ہے، اور مختلف زماں میں وہ کتنے مسائل پیدا کرتا رہا ہے اور اپنہ کر سکتا ہے۔

۹۵ یعنی اشہان کو اگر بعض بالل پرستوں کی سر کو بھی کرنی ہوتی تو وہ اس کام کے لیے تمہارا محتاج نہ تھا یہ

سَيِّهَهُدِّيْهُمْ وَبَصِّرْهُمْ بِالْكَلْمُ ۝ وَيَدْخُلُهُمْ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ ۝  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَنْصُرُوا اللَّهَ بِتَصْرُّكُمْ وَمَيْتَ اقْدَأْكُمْ ۝  
وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسَى لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ ذَلِكَ يَا أَيُّهُمْ كَرُهُوا ۝

وہ ان کی رہنمائی فرمائے گا، ان کا حال درست کر دے گا، اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس سے وہ ان کو واقعہ کراچکا ہے۔

آسے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تماری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جمادے گا۔ رہبہ وہ لوگ جنوں نے کفر کیا ہے، نماں کے بیسے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے کیونکہ انہوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا ہے

کام تو اس کا ایک زیور دیا ایک طرف ان چشم زدنی میں کر سکتا تھا۔ مگر اس کے پیش نظر تو یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو حق پڑت ہوں وہ باطل پرستوں سے ملکر ایں اور ان کے مقابلہ میں مجاہدہ کریں تاکہ جس کے اندر بوجو کچھ اوصاف میں وہ اس متحان سے نکھر کر پوری طرح غایاں ہو جائیں اور ہر ایک اپنے کردار کے لحاظ سے جس مقام اور مرتبے کا مستحق ہو وہ اس کو دیا جائے۔

**نَفْعٌ** مطلب یہ ہے کہ اسکی راہ میں کسی کے مارے جانے کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ آدمی اپنی جان سے گیا اور اس کی ذات کی حد تک اس کا کیا کرایا سب ملایا میٹھا ہو گی۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ شدائد کی قربانیاں خود ان کے بیٹھے نہیں بلکہ صرف اُسی لوگوں کے بیٹھے ناخن ہیں جو ان کے بعد اس دنیا میں زندہ رہیں اور ان کی قربانیوں سے بیان مقتضی ہوں، تو وہ غلط سمجھتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ خود شہید ہوتے والوں کے بیٹھے بھی یہ زیاد کاشیں بلکہ نفع کا سودا ہے۔

**الَّهُ** یہ ہے وہ نفع جو راہ خدا میں جان دینے والوں کو حاصل ہو گا۔ اس کے تین مرتبے میان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کا حال درست کر دے گا۔ تیسرا یہ کہ ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس سے وہ پہلے ہی ان کو واقعہ کراچکا ہے۔ رہنمائی کرنے سے مراد ظاہر ہے کہ اس مقام پر جنت کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ حالت درست کرنے سے مراد یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو علمنوں سے آرائستہ کر کے وہاں لے جائے گا اور ہر اُس آلات کو دو کر دے گا جو دنیا کی زندگی میں ان کو لگ گئی تھی۔ اور تیسرا مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں پہلے ہی ان کو قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بتایا جاچکا ہے کہ وہ جنت



مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَاجْبَطِ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْتَظِرُو وَ  
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَهْرًا اللَّهُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْكَفَرِينَ  
أَمْثَالُهُمْ ۝ ذَلِكَ يَأْتِيَ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَفَرِينَ  
لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ

اہل نے نازل کیا ہے، اہذا اللہ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے۔ کیا وہ زمین میں چلے بھرے رہتے  
کہ اُن لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ اللہ نے اُن کا سب سپہ جان پڑا۔ اور  
ایسے ہی تابع ان کافروں کے لیے مقدر ہیں۔ یہ اس لیے کہ ایمان لانے والوں کا حامی ناصر اللہ ہے  
اور کافروں کا حامی دناصر کو نہیں۔ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اہل اُن بتیں  
کیسی ہے جو اللہ نے اُن کے لیے مبتکر رکھی ہے۔ اُس جنت میں جب وہ پیغمبر گئے تو بالکل اپنی جان پہچانی پھر میں  
داخل ہوں گے اور ان کو معلوم ہو جائے کہ اُنہیں پیغمبر کے دینے کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا وہی اُن کو دی گئی ہے، اُس میں  
یہ سمجھو فرق نہیں ہے۔

۱۲۔ اہل کی مدد کرنے کا ایک سید صادقاً مفہوم توبہ ہے کہ اس کا کلمہ بسند کرنے کے لیے جان و دل سے جاد  
کیا جائے۔ لیکن اس کا ایک غامض مفہوم ہمیں ہے جس کی وجہ سے اس سے پہلے تفسیح کر چکے ہیں۔ رضا خاطر ہو تعمیم القرآن، جلد  
(اقل، تفسیر اہل عمران، حاشیہ ۵۰)۔

۱۳۔ اصل الفاظ ایں فَتَعْسَلَ لَهُمْ۔ تھسٹھو کر کھا کر منہ کے بل گرنے کو کہتے ہیں۔

۱۴۔ بنی اسرائیل نے اپنی پرانی جاہلیت کے ادھام و تھیقات اور سرمودروں اور اخلاقی بگاؤں کو ترسیح دی اور اُس  
تعمیم کو پسند نہ کیا جو اللہ نے اُن کو سید صادقاًست بتانے کے لیے نازل کی ہے۔

۱۵۔ اس فقرے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ جس تباہی سے وہ کافر درجہار ہوئے وہی ہی تباہی اب اُن کافروں  
کے لیے مقدر ہے جو محمد ملی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو نہیں مان رہے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اُن لوگوں کی تباہی ہر فر  
دنیا کے عذاب پختہ نہیں ہو گئی ہے بلکہ یہی تباہی اُن کے لیے آخرت میں بھی مقدار ہے۔

۱۶۔ جنگ اُمد میں جب بھی ملی اللہ علیہ وسلم زخم ہو کر چند صحابہ کے ساتھ ایک گھانی میں بھیڑے ہوئے تھے  
اُس وقت لا یو غیان نے فروٹ گایا اُناعْزَلیٰ دَكَاعْزَلیٰ لَكَفُّ۔ بھار سے پاس عزیزی ہے اور نہ سار لوگوںی عزیزی نہیں ہے۔  
اس پر بھی ملی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے حجہ دو: اللہ مُولَنا کو لا کا مَوْلَى الْكُفُرُ۔ جہاں حامی دناصر اللہ ہے اور

جَنَّتٍ بَخِرُّىٰ مِنْ نَحْتِهَا الْأَنْهَرُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَسَّعُونَ وَ  
يَا أَكُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالثَّارُونَوْ لَهُمْ وَكَانُ مِنْ قَوْمٍ  
هُنَّ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرِبَاتِ الْقَيْ أَخْرَجْتَكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاكِرٌ  
لَهُمْ ۝ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ يَدِنَّةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُبِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ  
وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَقُوْنَ فِيهَا أَنْهَرٌ

میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہیں بہتی ہیں، اور کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں، جانوروں کی طرح کھاپی رہے ہیں، اور ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے۔

اسے بنتی، کفتی ہی بستیاں ایسی گزر پکی ہیں جو تمہاری اس بستی سے بہت زیادہ زور اور تھیس جس نے تمیں نکال دیا ہے۔ انہیں ہم نے اس طرح بلاک کر دیا کہ کوئی ان کا بچانے والا نہ تھا۔ بھلا کیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک صاف و صریح ہدایت پر ہو وہ ان لوگوں کی طرح ہو جائے جن کے لیے ان کا بڑا عمل خوش نہ بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیر دین گئے ہیں، پر میرزا گاروں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہیں بہرہی تمہارا حلقی و ناصر کوئی نہیں۔ محققور کا یہ جواب اسی آیت سے ماخوذ تھا۔

۱۸۔ یعنی جس طرح جانور کا نام ہے اور کچھ نہیں سوچتا کہ یہ رزق کہاں سے آیا ہے، کس کا پیدا کیا ہوا ہے، اور اس سبق کے ساتھ ہمیں اور پر رازق کے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی بس کھانے جا رہے ہیں، چرخے چکنے سے آگے کمی چیز کی انسیں کوئی فکر نہیں ہے۔

۱۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سے نکلنے کا بڑا رنج تھا۔ جب آپ بھرت پر چھوڑ ہوئے تو شہر سے باہر نکل کر آپ نے اس کی طرف مردخ کر کے فرمایا تھا۔ اسے کہ، تو دنیا کے تمام شہروں میں خدا کو سب سے زیادہ محظوظ ہے، اور خدا کے تمام شہروں میں مجھے سب سے بڑا کر بھوے محبت ہے۔ اگر مشکوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں تھے چھوڑ کر کبھی نہ نکلتا۔ اسی پر ارشاد ہوا ہے کہ اہل کہ تمیں نکال کر اپنی بلکہ یہ بمحروم ہے ہیں کہ انہوں نے کوئی بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ حرکت کر کے انہوں نے اپنی شامت بلائی ہے۔ آیت کا انداز کلام صاف بتارہا ہے کہ یہ ضرور بھرت سے منصل ہی نازل ہوئی ہوگی۔

۱۶ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ أَسِنْ وَأَنْهَرٌ مِنْ لَبِنَ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَرٌ مِنْ  
خَمِيرٍ لَذَّةٌ لِلشَّرِبِ بَيْنَهُ وَأَنْهَرٌ مِنْ عَسِيلٍ مَصْفُىٰ وَلَهُمْ فِيهَا  
مِنْ كُلِّ الشَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةً مِنْ رَيْهَرٍ كُمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ

ہوں گی نتھر سے ہوئے پانی کی، نہریں بہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی جس کے مزے میں ذرا فرق نہیا  
ہو گا، نہریں بہ رہی ہوں گی الیسی شراب کی جو پینے والوں کے لیے لذید ہو گی، نہریں بہ رہی ہوں گی  
صفات شفاف شمد کی۔ اس میں ان کے لیے ہر طرح کے پھیل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے  
بخشش گیا وہ شخص جس کے حصہ میں یہ جنت آنے والی ہے، ان لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جو ہم تم میں مددیہ

۱۷ بین آخیر یہ کیسے ملک ہے کہ یقیناً دراس کے پیروی دوں کو جب خدا کی طرف سے ایک صاف اور سیدھا حادثہ  
مل گیا ہے اور پوری بصیرت کی روشنی میں وہ اس پر قائم ہو چکے ہیں تو اب وہ ان لوگوں کے ساتھ چل یکیں جواہر پرانی جملیت  
کے ساتھ چھپتے ہوئے ہیں جو اپنی خلاالتوں کو بلایت اور اپنی بدکرواریوں کو خوبی سمجھ رہے ہیں، ہو کسی دلیل کی بنابرائیں ملکہ  
محض اپنی خواہشات کی بنابرائی فیصلے کرتے ہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔ اب تو نہ اس دنیا میں ان دونوں گرد ہوں کی  
زندگی ایک جیسی ہو سکتی ہے اور نہ آخرت میں ان کا نجام یکسان ہو سکتا ہے۔

۱۸ اصل القاظ میں ماءٍ غیر اسین۔ اُس کا ماءٍ اور نگ بدلنا ہوا ہو، یا جس میں  
کس طرح کی بو پیدا ہو گئی ہو۔ دنیا میں دریاؤں اور نہدوں کے پانی عموماً الگ ہے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ریت، مشی اور سایاد مقا  
طح طرح کی نباتات کے مل جانے سے ان کا رنگ اور مزاج بدل جاتا ہے۔ اور کچھ تکمیل ہو جی کہ ان میں پانی جاتی ہے۔ اس یہے  
جنت کے دریاؤں اور نہدوں کے پانی کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے کہ وہ غیر اسین ہو گا۔ یعنی وہ خالص، صاف سخا پانی ہو گا  
کسی قسم کی آبیزش اس میں نہ ہوگی۔

۱۹ حدیث مروع میں اس کی تشریح یہ ہے کہ وہ جانوروں کے قفسوں سے نکلا ہوا دودھ نہ ہو گا یعنی اللہ  
تفاعل یہ دودھ حیثوں کی شکل میں زین میں نکالے گا اور نہ دوں کی شکل میں اسے بہادے گا۔ ایسا نہ ہو گا کہ جانوروں کے  
قفسوں سے اس کو نچوڑا جائے اور پھر جنت کی نہدوں میں ڈال دیا جائے۔ اس تقدیر کی دودھ کی تعریف میں بیان کیا  
گیا ہے کہ اس کے مزے میں ذرا فرق نہیا ہو گا، یعنی اس کے اندر وہ ذرا سی پساند بھی نہ ہو گی جو جانور کے خص سے  
نکلے ہوئے ہر دو دوہ میں ہوتی ہے۔

۲۰ حدیث مروع میں اس کی تشریح یہ ہے کہ اس شراب کو انسانوں نے اپنے قدموں سے روکنے کرنے نچوڑا  
ہو گا۔ یعنی وہ دنیا کی مشرابوں کی طرح پھلوں کو سڑاک اور قدموں سے روکنے کریں گے، بلکہ اس کا شفایا اسے بھی حیثوں

وَسُقُوا مَاءً حَيْمًا فَقَطَعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَقِيمُ إِلَيْكَ  
حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَا ذَا قَالَ  
إِنَّفَاقَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَأَشْبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝

رہیں گے اور جنہیں ایسا کام پانی پلایا جائے گا جو ان کی آئینتیں تک کات دے گا؛  
ان سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تماری بات سنتے ہیں اور پھر جب تمہارے پاس سے  
نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جنہیں علم کی نعمت جنتی گئی ہے پوچھتے ہیں کہ ابھی ابھی انہوں نے کیا کام تھا  
یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ٹھپٹہ لگا دیا ہے اور یہ اپنی خواہشات کے پیروں بنے ہوئے ہیں تھے۔

کی شکل میں پیدا کرے گا اور نہروں کی شکل میں بہادرے گا۔ پھر اس کی تعریف ہے بیان کی گئی ہے کہ ”وہ پیٹے والوں کے لیے لذیذ  
ہوگی“ یعنی دنیا کی شرابوں کی طرح وہ لذیذ اور نہ بھول جسے کوئی بڑے سے بڑا شراب کا رسیا بھی کچھ تکمیل کرنے  
پر ہنسنیں پی سکتا۔ سورہ صافات میں اس کی مزید تعریف ہے کہ گئی ہے کہ اس کے پیٹے سے نہیں کوئی ضرر ہو گا بلکہ عقل خراب  
ہوگی رآیت ۲۴۷، اور سورہ دخیرہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس سے نہ دراں سر لاحق ہو گا اذادی بلکے کا رآیت ۱۹۱۔ اس سے  
علوم ہوں گا وہ شراب نہ آورہ ہوگی بلکہ حضن لذت درود رجستہ والی ہوگی۔

**۳۲** ﴿ حديث رفع میں اس کی تشریح یہ آئی ہے کہ ”وہ لکھیوں کے پیٹ سے نکلا ہوا شبہ نہ ہوگا یعنی وہ جنگیوں  
سے نکلے گا اور نہروں میں بہے گا۔ اسی یہے اس کے اندر ہوم اور چھتے کے ٹکڑے اور مری ہوئی لکھیوں کی ٹانگیں مل ہوئیں  
نہ ہوں گی، بلکہ وہ خالص شہد ہوگا۔

**۳۳** ﴿ جنت کی ان خنثیوں کے بعد اللہ کی طرف سے مفتر کا ذکر کرنے کے و مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان  
ساری خنثیوں سے بڑھ کر یہ نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مفتر کرنا فرمادے گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کوئی تابیاں ان  
سے ہوئی خنثیں ان کا ذکر نہ تک جنت میں کبھی ان کے سامنے نہ آئے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر جیش کے لیے پردہ ڈال دے گا  
تاکہ جنت میں وہ نہ مدد نہ ہوں۔

**۳۴** ﴿ یہ اُن غار و منافقین اور منکریوں اپنی کتاب کا ذکر ہے جو بھی ملی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اُکریتی ہے  
اور آپ کے ارشادات، یا قرآن مجید کی آیات سنتے تھے، مگرچہ نہ ان کا دل اُن مظاہر میں سے دُور تھا جو آپ کی زبان بارک  
سے ادا ہوتے تھے، اس لیے سب کچھ اُن کے بھی وہ پچھنہ سنتے تھے اور باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے تھے کہ ابھی ابھی  
آپ کیا فرمائے ہے تھے۔

**۳۵** ﴿ یہ تھادہ اصل سبب جس کی وجہ سے ان کے دل کے کان بھی ملی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے لیے



وَالَّذِينَ اهْتَدَ وَأَذَادُهُمْ هُدًى وَأَنْشَأْتُمْ تَقْوِيمًا ۖ فَهُمْ لَيْ نَظَرُونَ  
إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيهِمْ بِغَتَّةٍ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَآتَيْتُمْ  
لَهُمْ لِذَاجَاءَتِهِمْ ذِكْرًا ۖ فَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّمَا يَنْهَا  
رَبِّهِ وَهُوَ الْأَكْبَرُ

رسہ وہ لوگ جنوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں ان کے  
حقے کا تقوفی عطا فرماتا ہے۔ اب کیا یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر  
آئٹھے؟ اُس کی علامات تو آپکی ہیں۔ جب وہ خود آجائے گی قرآن کے یہی نصیحت قبول کرنے کا  
کوئی سارے باقی رہ جائے گا۔

پس اسے نبی خوب جان لیکر اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور معافی مانگو  
برسے ہو گئے تھے۔ وہ اپنی خواہشات کے بندے تھے، اور حضور جو تعلیمات پیش فرمائے تھے وہ ان کی خواہشات  
کے خلاف تھیں، اس لیے اگر وہ بھی آپ کی مجلس میں آ کر نیکلتے آپ کی طرف کان لگاتے بھی تھے تو ان کے  
پلے کچھ در پڑتا تھا۔

۱۷۔ یعنی وہی ماتیں ہیں کہ کفار و منافقین پر چھتے ہیں کہ ابھی ابھی آپ کیا فرمائے تھے، ہدایت یا فتنہ لوگوں  
کے لیے ہزیر ہدایت کی موجب ہوتی ہیں، اور ہمیں مجلس سے وہ بنصیب اپنا وقت صانع کر کے اٹھتے ہیں، اُسی مجلس سے  
یہ خوش نصیب لوگ علم و عزان کا ایک نیا خزان حاصل کر کے پلٹتے ہیں۔

۱۸۔ یعنی جس تقوفی کی الہیت وہ اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی توفیق انہیں عطا فرماتا ہے۔

۱۹۔ یعنی جہاں تک حق و صلح کرنے کا تعلق ہے وہ تو دلائل سے، قرآن کے سعورات بیان سے، محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کی سیرت پاک سے، اور صحابہ کرام کی زندگیوں کے انقلاب سے، انسانی روشن طریقے پر واحح کیا جا چکا ہے۔ اب کیا  
ایمان لانے کے لیے یہ لوگ اس بات کا انتشار کر رہے ہیں کہ قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہو۔

۲۰۔ قیامت کی علامات سے مراد وہ علامات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی آمد کا وقت اب تربیب آنکا ہے۔

ان میں سے ایک اہم علامت خدا کے آخری نبی کا آجانا ہے جس کے بعد پھر قیامت تک کوئی اور نبی آئنے والا نہیں ہے۔

بخاری، سلم بن زیبی اور مسند احمد میں حضرت اُس، حضرت سہیل بن سعد سعیدی، اور حضرت ہبیبہ کی روایات منقول  
ہیں کہ حضور نے اپنی امکشتب شہادت اور یعنی کل کھڑی کر کے فرمایا، یُعْثِثُ أَنَا دَالِسَّاعَةُ كَهَا يَعْنَى۔ میری یُعْثِثُ  
اور قیامت ان دونوں کی طرح ہیں یعنی جس طرح ان دونوں کے درمیان کوئی اور انکلیوں ہے، اسی طرح ہریے  
اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی بھی مبحوث ہونے والا نہیں ہے۔ بیرونی بعد اپہ میں قیامت ہی آئے والی ہے۔

لِذِئْكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقْبَلَكُمْ وَ  
مُتُوْلِكُمْ ۝ وَيَقُولُ النَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ  
سُورَةٌ فُحْكَمَةٌ وَذِكْرٌ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ النَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ  
مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرًا مَعْشِيٍ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَئِ

اپنے قصوں کے یہے بھی اور مومن مردوں اور سورتوں کے یہے بھی۔ اللہ تعالیٰ سرگرمیوں کو بھی جانتا ہے اور تعالیٰ کے ٹھکانے سے بھی واقع ہے یہ

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی جاتی جس میں جنگ کا حکم دیا جائے۔ مگر جب ایک حکم سورت نازل کر دی گئی جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جس کے دلوں میں بھیاری تھی و تعالیٰ طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پریوت پھاگئی ہو افسوس اسلام نے جو اخلاق انسان کو سکھائے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندگی پسند کی بندگی دعا دات بجا لانے میں مادر اس کے دلیں کی خاطر جان لڑانے میں بخواہ اپنی صنک کتنی بھی کوشش کرتا رہا ہو، اس کو بھی اس زخم میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ بھجے کرنا چاہیے خدا دین نے کر دیا ہے، بلکہ اس سے ہمیشہ یہی سکھتے رہنا چاہیے کہ ہمیسرے والک کا مجھ پر یوحنی تھادہ میں ادا ائمیں کر سکا ہوں، اور ہر وقت اپنے قصور کا اعتراف کر کے اللہ سے یہی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ تیری خدمت میں جو کچھ بھی کوتاہی مجھ سے ہوئی ہے اس سے درگز فرمایہی اصل روح ہے الشیعوں کے اس ارشاد کی کہ اے بنی، اپنے قصور کی معانی مانگو، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محاذ اللہ، بنی اصل الشیعوں نے فی الواقع جان بوجہ کر کوئی قصور کیا تھا بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تمام بندگان خدا سے بڑھ کر بوجہ بندگی کے رہنے والے اس کا منصب ہی یہ نہ تھا کہ اپنے کارنا سے پر غفران کرنی شاہینہ تک اس کے دل میں راہ پائے بلکہ اس کا مقام بھی یہ تھا کہ اپنی ساری عظیم القدر خدمات کے باوجود اپنے رب کے قصور اعتراف قصور ہی کرتا رہے اسی کیفیت کا اثر تھا جس کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بکثرت استغفار فرماتے رہتے تھے سابوداؤ و شانی اور مسند احمد کی روایت میں حضور کا یہ ارشاد متفقہ ہوا ہے کہ "یہی ہر روز سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں" ۴۳۲

۴۳۲ مطلب یہ ہے کہ جن حالات سے اُس وقت مسلمان گزر رہے تھے اور کفار کا بورو یہ اُس وقت اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ تھا، اس کی بنا پر جنگ کا حکم آئنے سے پہلے ہی اہل ایمان کی عام رائے یہ تھی کہ اب ہیں جنگ

لَهُمْ طَاعَةٌ وَّقُولٌ مَعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَّمَ الْأَهْرَافَ فَلَوْصَدَ قُوَّاتُ اللَّهِ  
لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسِيْتُمْ إِنْ تَوَلَّنَّمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي  
الْأَرْضِ وَتُقْطِعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنْهُمُ اللَّهُ

اُن کے حال پر۔ (اُن کی زبان پر ہے) اطاعت کا اقرار اور اچھی اچھی باتیں۔ مگر جب قطعی حکم دے دیا گی اُس وقت وہ اللہ سے اپنے عمدہ میں سچے نکلتے تو انہی کے بیٹے اچھا تھا۔ اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم اُن طرفہ پھر لگتے تو زین میں پھر فساد پا کر دے گے اور اپس میں ایک دوسرے کے لگلے کاٹ دے گے یہ لوگ ہیں جن پا لشناۓ لعنت کی

اجازت مل جانی جاہیسے۔ بلکہ وہ بے چین کے ساتھ الشر کے فرمان کا انسٹارکر رہے تھے اور بار بار پوچھتے تھے کہ ہمیں ان ظالموں سے لڑنے کا حکم کیوں نہیں دیا جاتا ہے مگر جو لوگ منافقین کے ساتھ مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے ان کا حال مومنوں کے حال سے بالکل مختلف تھا۔ وہ اپنی جان و مال کو خدا اور اس کے دین سے عزیز تر رکھتے تھے اور اس کے بیلے کوئی خطرہ مول لیٹنے کو تیار نہ تھے۔ جنگ کے حکم نہ آتے ہی ان کو اور پیشہ ایل ایمان کو ایک دعا بر سے چھاٹ کر الگ کر دیا۔ جب تک یہ حکم نہ آیا تھا، ان میں اور عام ایل ایمان میں بظاہر کوئی فرق و امتیاز نہ پایا جاتا تھا۔ نمانوں بھی پڑھتے تھے اور یہ بھی۔ روزے رکھنے میں بھی انہیں تالیں نہ تھا۔ ٹھنڈا ٹھنڈا اسلام نہیں تجول تھا۔ مگر جب اسلام کے بیلے جان کی بازی بٹانے کا وقت آیا تو ان کے نفاق کا حال کھل گیا اور غالباً ایمان کا دعہ بیادہ اُرگیا جا نہیں نہ اور پر سے اور ٹھر کھا تھا۔ سورہ ناس عربیں ان کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے: ”تم نے دیکھا ان لوگوں کو جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کے رکھو اور ناز فنا کر روازندگی کو دے؟ اب جو انہیں روانی کا حکم دے دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ کا حال یہ ہے کہ انسانوں سے اس طرح ڈر رہے ہیں جیسے خدا سے ڈرنا چاہیسے۔ بلکہ کچھ اس سے بھی زیادہ۔ لکھتے ہیں، خدا یا، یہ لڑائی کا حکم ہمیں کیوں دے دیا؟ ہمیں بھی اور کچھ مبتدی کیوں نہ دی پڑا آیت، ۷۷۔

**۳۴۵۔** اصل الفاظ بیں ان تو گئیں۔ ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اور متن میں کیا ہے۔ اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم لوگوں کے حاکم ہیں گئے۔

**۳۵** اس ارشاد کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر اس وقت تم اسلام کی مدافعت سے جی پڑتے ہو تو اُس عظیم الشان اصلاحی انقلاب کے لیے جان و مال کی باری لکھنے سے منع مردست ہو جس کی کوشش محدث اشرافیہ وسلم اور اہل ایمان کر رہے ہیں، تو اس کا نتیجہ آفراس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم پھر اُسی جاہلیت کے نظام کی طرف پلٹ جاؤ جس میں تم لوگ مدربوں سے ایک دوسرا کے لگنے کا مت رہے ہو، اپنی اولاد تک کمزور ہو دفن کرتے رہے ہو اور خطاکی زین



فَاصْمَمُهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ ۝ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ  
قُلُوبِ آفَاقَالْهَا ۝ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُوا عَلَىٰ آذِبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ  
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ۝ ۲۵

اور ان کو اندھا اور بہرا بنادیا۔ کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا ادولیں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اُس سے پھر گئے ان کے پیشے شیطان نے اس روشن کو سهل بنادیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے پیشے دراز کر رکھا ہے۔

کو ظلم و خدا سے بھرتے رہے ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری سیرت و کردار کا حال یہ ہے کہ جس دین پر ایمان لانے کا تم نے اخراج کیا تھا اس کے لیے تمہارے اندر کوئی اخلاص اور کوئی دخواہی نہیں ہے، اور اس کی خاطر کوئی ترقیاتی دینے کے لیے تم تیار نہیں ہو، تو اس اخلاقی حالت کے ساتھ اگر الشدائعی تمیں اقتدار عطا کر دے اور دنیا کے حوالات کی بالغین تمہارے ہاتھ میں آ جائیں تو تم سے ظلم و خدا اور بارگشی کے سوا اور کسی تحقیق کی جا سکتی ہے۔

یہ آیتِ اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ اسلام میں قطع رحمی حرام ہے۔ دوسری طرف مثبت طریقہ سے بھی فرقہ جید میں متعدد مقامات پر مشتملہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو بری نیکیوں میں شمار کیا گیا ہے اور صدر رحمی کا حکم دیا گیا ہے رشال کے طور پر لاحظہ ہو البقرۃ، ۸۳۔ ۸۷۔ النساء، ۸۔ ۲۲۔ الشحل، ۹۰۔ سبی اسرائیل، ۴۶۔ المشور، ۲۶۔ رحمن کا فقط عربی زبان میں قرابت اور رشتہ داری کے لیے استوارہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ایک شخص کے قام رشتہ دار، خواہ وہ دور کے ہوں یا قریب کے، اس کے ذمی الارحام ہیں۔ جس سے جتنا زیادہ تربیت کا رشتہ ہو اس کا حق ادنی پر اتنا ہی زیادہ ہے اور اس سے قطع رحمی کرنا اتنا ہی بڑا گناہ ہے۔ صدر رحمی یہ ہے کہ اپنے رشتہ دار کے ساتھ بھی کرنا یعنی ادنی کی استھان میں ہو اس سے دریغ نہ کرے اور قطع رحمی یہ سچ کہ ادنی اس کے ساتھ بڑا سلوک کرے، یا جو بھائی کرنا اس کے لیے ممکن ہو اس سے قصد پہلوتی کرے حضرت عمر بن الخطاب نے اسی آیت سے استدلال کر کے اتم ولد کی سمع کو حرام قرار دیا تھا اور مجاہد کرام نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔ حاکم نے مُسْتَدِرِ ک میں حضرت قیزیہ سے یہ دعا یافت نعل کی ہے کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ یکاں میں شوہر گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک لوگوں کی فرضت کی چاربی ہے اور اس کی روپی ہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسی وقت انصار و مجاہدین کو حرج کیا اور ان سے پوچھا کہ جو دین محمد ملی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں کیا اس میں آپ حضرات کو قطع رحمی کا بھی کوئی جواز نہ ہے؟ سب نے کہا ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ کے ہاں میں کوئی شوہر ہاں ہے؟ اس سے بری قطع رحمی اور کیا ہو سکتی ہے؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لوگوں نے کہا آپ کی رائے میں اس کو رد کئے کہ یہ جو صورت مناسب ہو تو

ذلِكَ يَا أَيُّهُمْ قَاتُلُوا الَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سُنْنَتُهُ عَلَيْكُمْ فِي بَعْضِ  
الْأَهْرَافِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ إِذَا تَوَقَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ  
يَضَرِّبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۝ ذَلِكَ يَا أَيُّهُمْ أَتَبْعَدُ مَا أَسْخَطَ

اسی یہے انہوں نے اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ یا کہ بعض معاملات میں  
ہم تمہاری بائیں گے۔ اللہ اُن کی بیخیہ باقیں خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت کیا حال ہو گا جب فتنے  
ان کی روچیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پٹھیوں پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے ہے  
یہ اسی یہے تو ہو گا کہ انہوں نے اُس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے

اختیار فرمائیں اس پر حضرت عزیز نے نام بلاور اسلامیہ کے لیے یہ فرمان عام جاری کر دیا اک کسی ایسی نہیں کو فروخت تکیا جائے  
جس سے اس کے مالک کے ہاں اولاد پیدا ہو گی جو، کہونکہ یہ قطع رحمی ہے اور یہ حلال نہیں ہے۔

۳۵ ۴۰ یعنی یا تو یہ لوگ ترآن مجید پر عورتیں کرتے ہیا خور کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر اس کی تعلیمات اور اس کے  
معانی و مطالب ان کے دلوں میں اترتے نہیں ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔ اور یہ جو فرمایا گا دلوں  
پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں ”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر دہ قفل چڑھے ہوئے ہیں جو ایسے حق ناشناس لون  
کے لیے مخصوص ہیں۔

۴۱ ۴۲ یعنی ایمان کا اقرار کرنے اور مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو جانے کے باوجود وہ اندر ہی اندر دشمن اسلام  
سے سازباڑ کرتے رہے اور ان سے وعدے کرتے رہے کہ بعض معاملات میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔

۴۳ ۴۴ یعنی دنیا میں تو یہ طرز عمل انہوں نے اس یہے اختیار کر لیا کہ اپنے مفادات کی حفاظت کرتے رہیں اور کفر اسلام  
کی جگہ کے خطرات سے اپنے آپ کو بچانے رکھیں، لیکن مردنے کے بعد یہ خدا کی گرفت سے بچ کر کمال جائیں گے ہاؤں  
وقت ان کی کوئی نہیں فرشتوں کی مار سے ان کو بچا سکے گی۔

یہ آیت بھی اُن آیات میں سے ہے جو عذاب بزرخ (یعنی عذاب قبر) کی تصریح کرتی ہیں اس سے صاف معلوم  
ہوتا ہے کہ موت کے وقت ہی کفار و مخالفین پر عذاب شروع ہو جاتا ہے، اور یہ عذاب اُس سزا سے مختلف چیز ہے  
جو قیامت میں ان کے مقدار سے کافی صدھ ہونے کے بعد ان کو روی جائے گی۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو انساء، آیت  
۹۷۔ الانعام، ۹۶۔ ال الأنفال، ۵۰۔ الحفل، ۲۸۔ المومنون، ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ (۱۴۷۰، ۲۲۰)

الموس، ۴۶۰۔ ربیع حاشیہ (۶۲۰)۔

اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ  
فِي قُلُوبِهِمْ هَرَضٌ أَنَّ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَصْفَانَهُمْ ۝ وَلَوْلَا شَاءَ  
لَا رَيْنَكُهُمْ فَلَعْرَقَتْهُمْ بِسِيمَهُمْ وَلَتَغَرَّ فَتَهُمْ فِي لَهْجَنِ الْقَوْلِ  
وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝ وَلَنَبْلُوئُكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ  
مُنْكِرُهُمْ وَالصَّابِرِينَ ۝ وَنَبْلُوا أَخْبَارَكُمْ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ  
صَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

اور اُس کی رضا کار است افتخیار کرنا پسند نہیں۔ اسی بنا پر اُس نے ان کے سب اعمال  
ضمان کر دیتی ہے

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے کھوٹ  
ظاہر نہیں کر سکتا ہے ہم جاہیں تو انہیں تم کہاں نہ چھوٹ سے دکھاویں اور ان کے چہروں سے تم  
ان کو پیچاں لو۔ مگر ان کے انداز کلام سے تو تم ان کو جان ہی لو گے۔ اللہ تم سب کے اعمال سے خوب  
و اقت در ہے۔ ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جایح کریں  
اور دیکھیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔

جن لوگوں نے کھڑکیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول سے مجھکر، ابی جیکہ ان پر راہ راست

**۴۸** اعمال سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جو مسلمان بن کردہ انجام دیتے رہے۔ ان کی نمازیں، ان کے رعنی،  
ان کی زکرۃ، عرض وہ تمام عبادتیں اور وہ ساری نیکیاں جو اپنی ظاہری شکل کے اعتبار سے اعمال خیر ہیں شمارہ تی تین  
اس بنا پر ضمانت ہو گئیں کہ انہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی الشاد و رأس کے دین اور لطف اسلامیہ کے ساتھ اخلاص  
و وفاداری کا روتی انتیار نہیں، بلکہ محض اپنے دنیوی مفاہوں کے لیے رشمہان دین کے ساتھ ساز باز کرتے رہے اور  
الشکی راہ میں جہاد کا موقع آتئے ہیں اپنے آپ کو خطرات سے بچانے کی فکریں لگ گئے۔

یہ آیات اس معاملہ میں بالکل ناطق ہیں کہ کفر و اسلام کی جگہ میں جس شخص کی ہمدردیاں اسلام اور مسلمانوں کے  
ساتھ نہ ہوئی، یا کفر اور کفار کے ساتھ ہوں، اس کا ایمان ہی سرے سے مختبر نہیں ہے کجا کہ اس کا کوئی عمل



لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنِ يَصُرُّوَا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُعِظُّوْ أَعْمَالَهُمْ<sup>۱۹</sup>  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِّبِعُوا اللَّهَ وَآطِبِعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوْ  
 أَعْمَالَكُمْ<sup>۲۰</sup> إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّادُوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ تُحَمِّلُوْ  
 وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَمَّا يَعْفَرَ اللَّهُ لَهُمْ<sup>۲۱</sup> فَلَا تَهْنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ  
 وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ<sup>۲۲</sup> وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنِ يَتَرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ<sup>۲۳</sup>

واضح ہو چکی تھی، درحقیقت وہ اللہ کا کوئی نقصان بھی نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ ہی ان کا سب کیا کریں گا۔  
 کوئی نہیں کر دے گا۔ اسے لوگوں جیمان لائے ہو تو انہوں کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال  
 کو برباد نہ کرو۔ کفر کرنے والوں اور رہا خدا سے روکنے والوں اور مرتدے دم تک کفر پر جسمے  
 رہنے والوں کو تو اشتر ہرگز معاف نہ کرے گا۔ پس تم بودے نہ بتاؤ اور صلح کی درخواست نہ کرو۔  
 تمہری غالب رہنے والے ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

حداکے ہاں مقبول ہو۔

**۲۴** اس نظرے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ جو کاموں کو انہوں نے اپنے نزدیک نیک بھج کیا ہے، اللہ  
 ان سب کو ہنانچ کر دے گا اور آخرت میں ان کا کوئی اجر بھی دہن پا سکیں گے۔ دوسرا مطلب یہ کہ جو نندہ ہیں جی وہ  
 الشادر اس کے رسول کے دین کا راستہ روکنے کے لیے کر رہے ہیں وہ سب ناکام دنما را ہدایاں گی۔

**۲۵** بالغاظ دیگر اعمال کے نافع اور نفع خیز ہونے کا سارا اختصار اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ہے۔  
 اطاعت سے نجف ہو جانے کے بعد کوئی عمل بھی عمل خیر نہیں رہتا کہ آدمی اس پر کوئی اجر پانے کا سبق ہو سکے۔

**۲۶** یہاں یہ بات نکاہ میں رہنی چاہیے کہ ارشاد اُس ننانے میں فرمایا گیا ہے جب صرف مدینے کی چھوٹی سی  
 بستی میں چند سو ماہرین و انصار کی ایک مٹھی بھر جیت اسلام کی علمبرداری کر رہی تھی اور اس کا مقابلہ محقق قریش کے  
 ماقتوں تسلیم ہی سے نہیں بلکہ پورے ملک عرب کے خوار و مشرکین سے تھا۔ اس حالت میں فرمایا جا رہا ہے کہ مت ہار کر  
 ان دشمنوں سے صلح کی درخواست نہ کرنے مگو، بلکہ سردھڑکی یا زی مکاڈی نہیں کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس ارشاد کا یہ مطلب  
 نہیں ہے کہ مسلمانوں کو کبھی صلح کی بات بھیت کرنی ہی نہ چاہیے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں صلح کی  
 سلسلہ جنمی کرنا درست نہیں ہے جب اُس کے معنی اپنی مکروہی کے اندر مار کے ہوں اور اُس سے دشمن اور زیادہ

لَئِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهُو طَوَّافٌ وَّإِنْ تُؤْمِنُوا وَّتَسْقُوا  
يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْعَلُكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝ إِنْ يَسْأَلُكُمُوهَا  
فِيْ حِقْرِكُمْ تَبَخَّلُوا وَّيُخْرِجُونَ أَصْغَارَكُمْ ۝ هَآنَتُمْ هُوَ لَا يَعْ  
تُدَعُونَ لِتُتَقْفَوْا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَجْنُلُ وَمَنْ  
يَجْنُلُ فَإِنَّمَا يَجْنُلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَإِنَّمَا الْفَقَرُ أَعْ

یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشائی ہے۔ اگر تم ایمان رکھو تو تقویٰ کی روشن پر چلتے ہو جو تو اللہ تھا سے اجر تم کو دے گا اور وہ تمہارے مال تم سے نہ مانگے گا۔ اگر کمیں وہ تمہارے مال تم سے مانگ لے اور سب کے سب تم سے طلب کر لے تو تم بخیل کرو گے اور وہ تمہارے کھوٹ اپنے بھار لائے گا۔ دیکھو، تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اشد کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخیل کر رہے ہیں، حالانکہ جو بخیل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخیل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج ہو۔

دلیر ہو جائیں۔ مسلمانوں کو پہلے اپنی طاقت کا دہانیا ملنا چاہیے، اس کے بعد وہ صلح کی بات چیت کریں تو مصائب نہیں۔

**۲۵** یعنی آخرت کے مقابلے میں اس دنیا کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کچندروز کا دل بھلا دا ہے۔

یہاں کی کامران دنیا کامی کوئی حقیقی اور پایہ نیار چیز نہیں ہے جسے کوئی اہمیت حاصل ہو۔ اصل زندگی آخرت کی ہے جس کی کامیابی کے لیے انسان کو فکر کرنی چاہیے۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، تفہیم سورۃ عنكبوت، حاشیہ ۱۰۴۔

**۲۶** یعنی وہ غنی ہے اسے اپنی ذات کے لیے تم سے یہی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں تم سے کچھ خرچ کرنے کے لیے کتابے تو وہ اپنے یہی نہیں بلکہ تمہاری ہی بھلانی کے لیے کتابے۔

**۲۷** یعنی اتنی بڑی آزمائش میں وہ قیسیں نہیں ڈالتا جس سے تمہاری کمزوریاں ابھرا جائیں۔



وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبِدُّلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا يَكُونُونَ  
أَمْثَالَكُمْ<sup>٢٨</sup>

اگر تم منہ موڑو گے فراشتماری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے یہ

▼ Surah!